جلد ۳ | ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ھ | نمبر ۸۴

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

الحمد للہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت اچھی ہے۔ حضرت نواب صاحب کی طبیعت کچھ علیل ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا فرماویں ۔

۲۲ جنوری کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کا فٹ بال اور ہاکی دیکھنے کے لئے جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب اور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس تشریف لائے اور انہیں ٹی پارٹی دیگئی۔ حضرت نواب صاحب کی طرف سے ترجمۃ القرآن انگریزی دیا گیا انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔

مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب و فاضل میر اسحٰق صاحب ایک تبلیغی دورہ پر باہر تشریف لے گئے ہیں ۔

موسمی حالات۔ دو تین روز سے آسمان ابر آلود ہے ۔ ہنوز بارش نہیں ہوئی

اخبار احمدیہ

میدان جنگ سے ڈاکٹر محمد حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جہاز میں یہ خاکسار چند لوگوں کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے گیا۔ حضرت صاحب کی پیشگوئیاں سنکر ان میں سے بعض نے تصدیق کی۔ اور کہا کہ درحقیقت یہ مہدی آخر زمان کی علامتیں پوری ہو رہی ہیں۔ اور یہ واقعات لفظ بلفظ ہم نے پورے ہوتے دیکھے ہیں ۔

گڈھ شنکر سے منشی برکت علی صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں کے لوگ نہایت ہی سخت ہیں۔ کلمۂ حق کی طرف ذرا توجہ نہیں کرتے۔ اب یہ ارادہ کیا ہے کہ فرداً فرداً لوگوں کے مکانوں پر جائیں اور انہیں تبلیغ کریں اس سے اُمید ہے کہ وہ لوگ توجہ کرینگے ۔

علی گڈھ کالج سے برادر نور الحسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں ایک شخص نے قرآن کریم انگریزی کی اشاعت کو روکنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے ناکام کیا۔ پہلے جسقدر نسخے قرآن کریم کے منگوائے گئے تھے وہ خرچ ہو گئے ہیں۔ اب دوبارہ انشاء اللہ منگوائے جاوینگے ۔

رام گڈھ سے برادر محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ ہم پر مخالفین کی زیادتیاں حد سے بڑھ گئی تھیں۔ لیکن اس علاقہ کے سب انسپکٹر صاحب پولیس نے نہایت شفقت اور مہربانی سے ان لوگوں کو خوب فہمائش کی اور کہا کہ اگر تم لوگ ان کو کسی قسم کی تکلیف دو گے تو میں سب کی ضمانتیں لے لونگا۔ اللہ تعالیٰ اس با امن سلطنت کو ہمیشہ ہمارے سر پر رکھے تاکہ ہم اشاعت دین اچھی طرح کر سکیں ۔

لکھنؤ سے برادر مکرم محمد عثمان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بیرسٹر ایٹ لا کو قیمتاً انگریزی ترجمۃ القرآن دیا گیا جسے وہ پڑھ رہے ہیں

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان چھپ کر شائع ہوا ۔

لاہور سے برادر بشیر الحق صاحب حضرت ت کی خدمت میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے متعلق مجھے بہت شکوک تھے۔ اور بندہ مرزا صاحب کو سچا تسلیم نہیں کرتا تھا۔ مگر میری خوش قسمتی تھی کہ میں ایک دو دن حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی جو کہ لاہور میں درس قرآن کریم کے لئے قیام پذیر ہیں اتفاق سے ایک دو گھنٹہ ان کی خدمت میں جانیکا اتفاق ہوا الحمد للہ کہ آپ کی صحبت اور تبلیغ سے میرے دل نے مجھے بیعت کے لئے مجبور کر دیا اور تمام شبہات میرے دل سے جاتے رہے۔ الحمد للہ علی ذالک

دھرم کوٹ سے منشی سلام اللہ صاحب پٹواری لکھتے ہیں کہ جس دن سے میں اس حلقہ میں آیا ہوں۔ اور اس گاؤں کا نمبر دار احمدی ہوا ہے لوگ سخت مخالفت کرتے ہیں لیکن ایک بات جو ہماری ضد سے انہیں پیدا ہوگئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اب ان لوگوں نے نمازیں شروع کر دی ہیں۔ مگر احمدیت کا ذکر قطعاً نہیں سنتے اور ہم دونوں کو کہتے ہیں کہ یہ پاگل ہوگئے ہیں اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے

ڈیرہ غازیخان سے برادر منشی عبد اللہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ جس دن سے یہ خاکسار اس شہر میں آیا ہے اس دن سے ملازمت پیشہ سوسائٹیوں میں جا کر تبلیغ کرتا ہوں۔ ایک جلسہ ابھی ہوا اور آئندہ بھی انشاء اللہ سلسلہ جاری رہیگا۔ بابو محمد اکبر صاحب سکرٹری بھی بہت ہی مستعدی سے تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ اس جلسہ میں مرکب مولوی حامد الدین کا ایک عوام بہوت کے خلاف نکالکر کہا کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کو کافر کہتے ہیں۔ اس نے لوگوں کو بدظن کرنا چاہا لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت صاحب کی کتب سے اسے ایسا جواب دیا گیا کہ اس سے کچھ جواب نہ بن پڑا لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا بعض غیر احمدی لوگ حضرت صاحب کی نبوت کا ثبوت قرآن اور حدیث سے ہی طلب کرتے ہیں اور انہی سے اب ان کا جواب دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو قبول حق کی توفیق دے

درخواست دعا۔ سید شاہ نواز صاحب مدرس رائپور

م رائی کا بچہ بھی بیمار ہے اور قاضی غلام حسین صاحب بھی امتحان کی کامیابی کے لئے احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں ۔

"پرسشِ حالات"

مَیں دار الامان سے گوبیکی میں آیا۔ کوئی نظم لکھنے کا ارادہ نہیں تھا۔ لیکن خبر ملی کہ میرے ایک عزیز جن کی محبت و دلداری پر کسی زمانے میں مجھے بڑا ناز تھا۔ تازہ تازہ وارد بلدہ ہوئے ہیں۔ آرزوؤں کی بیڑی نے شوق کی لہروں میں یہ پیغام انہیں دیا ہے۔ گو باتیں راز و نیاز کی ہیں۔ مگر آپ بھی سن لیں ۔ (اکمل)

اے تازہ واردانِ گلستانِ کوئے یار
خوشبو سُناؤ کیسی ہے میرے "گلاب" کی
مُرغانِ نغمہ سنج ہیں کیا کیا ترانہ ریز
کیونکر گذر رہی ہے ہزار و غراب کی
ملتی تھیں جھوم جھوم کے آپس میں ڈالیاں
قمری نے ان سے کونسی بات انتخاب کی
کیا گُل کھلائے گلشنِ حُسن و جمال میں
رنگت نکھر رہی تھی کسی کے شباب کی
مضرابِ ناز چھیڑتی ہے ساز کونسا
کیا لَے ہے آجکل مرے چنگ و رباب کی
ہاں یہ بھی کہیئے ساقیِ مہوش کے ہاتھ سے
لذّت اُٹھائی ہے؟ کبھی جامِ شراب کی
مسجد کے زیرِ سایہ خرابات میں رقیب
بُو اب بھی سونگھتا ہے؟ ہمارے کباب کی
آشفتہ کا بیاں مری لائی ہوں کوئی بھیل
کچھ یاد اُنکو آئی ہو حالِ خراب کی
ہے کون راز دارِ سرا پردۂ حبیب
پروانگی نصیب ہے کِس کو جناب کی
کیا وجہ ہے؟ کہ تن سے ہیں وجہ حبیب پر
کچھ کچھ سُنی ہے مینے حکایت عتاب کی
سر چڑھ رہے تھے کاکلِ شکیں رہے یا
شانہ نے کچھ تو لی ہے خبر پیچ و تاب کی
اُن کو غصہ جب آیا تو حُسن اور بڑھ گیا
بڑھ بڑھ کے لیں بلائیں کسی کے شباب کی
مطبوعِ طبعِ دوست ہے مضمون کونسا
کیا ذکرِ وصل رکھتی ہے وہ فصل باب کی
رندانِ بادہ نوش کو ناگاہ بیک خروش
کچھ راہ بھی ملی ہے سرائے حجاب کی
زندہ دلانِ شہر نے باصد ہزار شوق
پھر جمع ہو کے ٹھانی ہو؟ کارِ ثواب کی
کیا وِرد کر رہی ہے وہاں احمدی مشین
روزانہ گنتی کیا ہے پریسوں کے داب کی
اِک ایک پُرزے کا مجھے بھیجو لکھکے حال
چلتی ہے کیسی گاڑی ہمارے نواب کی
اور میری پوچھتے ہو تو سُن لو عزیز من
ہمّت ہی اب نہیں ہے سوال و جواب کی
کر کر کے یادِ صحبتِ دیرینہ کے مزے
کہتا ہوں ایک بات تھی گویا یہ خواب کی
اکمل فراقِ یار میں سوزاں ہے روز و شب
کب ختم ہوگی دیکھئے ساعت عذاب کی

(۲۵ جنوری ۱۹۱۶ء)

خبریں

جبری بھرتی کا بل۔ لنڈن ۲۵ جنوری۔ جبری بھرتی کے بل کی تیسری خواندگی ۳۸۳ راؤں کے ساتھ پاس ہوئی۔ ۳۶ رائیں خلاف تھیں۔ بل فوراً ہوس آف لارڈز کو بھیجدیا گیا ہے۔ جہاں یہ پہلی مرتبہ پڑھا گیا ۔

جہاز پرشیا کی غرقابی۔ لنڈن ۲۴ جنوری۔ ایمسٹرڈم۔ ویانا سے آمدہ ایک تار خبر مظہر ہے کہ آسٹرین گورنمنٹ نے امریکن سفیر کو مطلع کیا ہے کہ پرشیا کی غرقابی میں کسی آسٹرین آبدوز کشتی کا تعلق نہیں ہے ۔

موناستر پر فرانسیسی ہوائی حملہ۔ لنڈن ۲۴۔ جنوری۔ سالونیکا ۲۳ جنوری کو ۵۴ فرانسیسی ہوائی جہازوں نے موناستر پر گولہ باری کی اور ریلوے سٹیشن ریلوے لائنوں اور سامانِ بارود کے ذخائر کو بہت نقصان پہنچایا۔

ایک جہاز کی پُراسرار آتشزدگی۔ لنڈن ۲۳۔ جنوری۔ نیویارک ایک اور پُراسرار آتشزدگی کی وجہ ناروے کا جہاز سائنگا جو اتحادیوں کے لئے ریلوے کا سامان لیجا رہا تھا۔ واپس آگیا ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان ۔۔ ۳۰ جنوری ۱۹۱۶ء

مولوی ثناء اللہ صاحب سے غیر احمدی علماء کا سلوک

کسی گذشتہ پرچہ میں ہمنے مولوی ثناء اللہ صاحب کی استدعا پر ان کا وہ مصالحت نامہ معہ اپنے ریویو کے شائع کیا تھا۔ جو انہوں نے مولوی ابو رحمت صاحب سے بایں الفاظ کیا تھا۔ کہ در مباحثہ جبل پور سے آج تک جس قدر تحریرات ایک دوسرے کے خلاف ہم فریقین (مولوی ثناء اللہ صاحب و مولوی ابو رحمت صاحب) سے شائع ہوئی ہیں وہ رنج اور غصے پر مبنی تھیں۔ ان سے کوئی فریق مخالف استدلال و استنباط کرنے کا حق نہیں رکھتا" اس کے متعلق ہم نے سوال کیا تھا کہ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب بتائینگے کہ وہ رنج اور غصے میں آکر اپنے کسی مخالف کی نسبت وہ کچھ لکھ جاتے ہیں جو حق نہیں ہوتا۔ یا ایسی حالت میں بھی حق ہی لکھتے ہیں۔ اگر حق لکھتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے مصالحت نامہ میں لکھتے ہیں کہ جس قدر تحریرات ایک دوسرے کے خلاف ہمنے لکھی ہیں۔ ان سے استدلال نکیا جائے۔ اس کا جواب مولوی صاحب کی طرف سے آج تک ہمیں کچھ نہ ملا۔ اور نہ ہی ملنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے

ہمارے خیال میں مباحثہ جبل پور کے متعلق یہ آخری تحریر تھی۔ جو مولوی صاحب نے اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے باوجود اس کی خامی اور کمزوری سے واقف ہونے کے شائع کردی تھی۔ لیکن افسوس کہ اس سے بھی مولوی صاحب کا پیچھا نہ چھوٹا۔ اور ایک نئی مشکل ان کے گلے پڑگئی۔ ہمنے اس مباحثہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی لکھ دیا تھا کہ مولوی صاحب چونکہ کئی بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اسلئے انی مھین من اراد اھانتک کے الٰہی وعدہ کے مطابق انہیں ناکامی ہوئی ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے جیسا کہ انکی عادت ہے۔ اس کو ہنسی میں اڑانا چاہا۔ اور خدا تعالیٰ کے ارشاد کے ساتھ تمسخر کیا مگر اس ہنسی اور تمسخر نے غیور خدا کی غیرت کو جوش دلایا۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے مولوی صاحب کی اہانت کا ایک اور بہت بڑا واقعہ ظاہر کروا دیا۔ اور وہ یہ کہ مباحثہ جبل پور کے متعلق غیر احمدی علماء نے ایک استفتاء کے جواب میں مولوی صاحب کو اسلام سے خارج قرار دیدیا۔ ہم ناظرین کی آگاہی کے لئے اس استفتاء اور اس کے جواب کو ذیل میں درج کرتے ہیں "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شہر میں مابین آریہ و اہل اسلام کے مناظرہ مقرر ہوا۔ اور فریقین میں یہ شرط قرار پائی کہ کوئی شخص کسی کو طعنہ آمیز جواب نہ دیوے۔ اس پر اسلام کی طرف سے ایک شخص جو سنسکرت نہیں جانتا تھا۔ مباحثہ کے لئے کھڑا ہوا۔ دوران مباحثہ میں اسلامی مناظر سے سوال ہوا۔ کہ آپ سنسکرت جانتے ہیں یا نہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں اتنی سنسکرت جانتا ہوں کہ جتنی عربی پنڈت دیانند جانتا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس فقرہ اشتعال انگیز سے آریہ مناظر نے مشتعل ہوکر یہ کہا کہ میں اتنی عربی جانتا ہوں کہ باوجود عربی ہونے کے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جانتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور اسی جلسہ میں یعنی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع الصفات کی نسبت کلمات مذکور کہے گئے تھے اسلامی مناظر آریہ مناظر و دیگر آریوں سے بغلگیر ہوا۔ اور محبت سے ملا۔ اور ان سے کچھ نفرت نہ کی۔ اب ان حضرات علماء کرام سے جو وارث انبیاء ہیں استفسار ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اسلام کی توہین ہے یا نہیں۔ اگر توہین ہے۔ تو اس کا باعث اسلامی مناظر ہے یا آریہ مناظر۔ اور اگر اس توہین کا موجب اسلامی مناظر ہے۔ تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔ اور کیا ایسے شخص سے مسلمانوں کو میل ملاپ رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں"۔ **الجواب** ان کلمات کا قائل جو باعث اہانت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہوا۔ بیشک اسکی سزا یہ ہے کہ اس سے میل ملاپ نہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے کلمات موجب اہانت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں جو ایسا شخص ہو وہ خود اہانت کنندہ ہے۔ بحکم کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ اور مہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مستخف معصیۃ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ شخص بھی اسلام سے خارج ہے۔ ابو عبید میر احمد اللہ عفی عنہ صدر انجمن قامع الملحدین امرتسر۔ الجواب صحیح بقلم خود مسکین غلام علی امام مسجد باغ والی امرتسر۔ جواب صحیح ہے۔ اور بہت صحیح ہے۔ عبد الغفور الغزنوی عفا اللہ عنہ۔ بے شک شخص مذکور مرتد ہوگیا ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے۔ ایسے شخص سے میل ملاپ کرنا موجب ذلت اور کفر ہے۔ لقولہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین محمد حسین مدرس۔ مدرسہ تقویت الاسلام غزنوی امرتسر۔ الجواب صحیح ۔ احمد علی عفے عنہ خلف حضرت مولانا مولوی عبد الجبار مرحوم غزنوی صورت مذکورہ میں بیشک باعث توہین اسلامی مناظر ہے۔ اور باعث توہین۔ توہین کنندہ ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من الکبائر شتم الرجل والدیہ قالوا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھل یشتم الرجل والدیہ قال نعم یسب الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ متفق علیہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ شخص باعث سباب والدین ہوا جنکی نسبت آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ اس نے خود والدین کو گالیاں دیں مرقاۃ میں مرقوم ہے۔ لان سبب السب سب۔ پس معلوم ہوا۔ کہ یہ مناظر اسلامی سبب توہین ہوا۔ اور سبب توہین توہین کنندہ ہوتا ہے۔ پس یہ مناظر توہین کنندہ ہوا۔ اور توہین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موجب کفر ہے۔ العیاذ باللہ اسوقت فرض تھا۔ کہ ناراضگی و بغض اعداء اللہ سے ظاہر کرتا۔ چہ جائیکہ معانقہ کرتا۔ اور میل ملاپ کرتا۔ جو شعائر محبت سے ہے قال اللہ عز وجل ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون سورہ ممتحنہ والآیات فی ہذا المعنی کثیر۔ جب تک یہ شخص توبہ نہ کرے۔ ایسے شخص سے اجتناب ضروری ہے۔ ابو اسحٰق نیک محمد عفی اللہ عنہ۔ از مدرسہ تقویۃ الاسلام واقعہ کٹڑہ غزنویاں امرتسر الجواب صحیح و حق۔ خلیفہ عبد الرحمٰن عفے اللہ عنہ خلف جناب مولانا مولوی غلام علی مرحوم۔ سفید کٹڑہ امرتسر۔ الجواب صحیح عبد الحق غزنوی۔ الجواب صحیح مولوی عبد اللہ شاہ۔ ساکن بہرامپور ضلع گورداسپور۔ محمد حسین مدرس نعمانیہ امرتسر۔
الجواب حق وصواب حکیم ابو الفقر محمد شمس الحق امرتسری"۔

یہ استفتاء اور جواب ایک اشتہار موسومہ "مباحثہ جبل پور کی حقیقت" میں ایک لمبے چوڑے کاغذ پر امرتسر کی ایک انجمن نے جس کا نام قامع الملحدین ہے۔ شائع کیا ہے۔ اور مختلف شہروں میں تقسیم کیا ہے۔ اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب

کے متعلق اور بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اگر کسی کو اصل اشتہار دیکھنا ہو تو وہ مندرجہ بالا نام کی انجمن سے منگوا کر اپنی تسلّی کر لے ٭

ہمیں اس اشتہار سے جہاں یہ پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام انی مھین من اراد اھانتک کی بڑے زور سے تصدیق ہوئی ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیر احمدی علماء کی حالت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ یہ لوگ غیر مسلم لوگوں سے مذہبی مباحثات میں ناکامی کا اقرار کرتے ہیں اور اسلام کی صداقت کا اپنے پاس کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔ لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ ہم وارث انبیاء ہیں۔ ہم دین کے ستون ہیں۔ کاش! یہ لوگ کفر بازی پر ہی نظر کرتے۔ اور اپنے مشہور عقیدہ کے مطابق جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ دیکھتے کہ ہم جو ایک دوسرے کو کافر بنا رہے ہیں تو دنیا میں کون مسلمان ہے۔ اور جب کوئی مسلمان ہی نہیں تو اسلام کہاں ہے۔ کیا اس زمانہ سے بھی نازک زمانہ کوئی اور آئیگا۔ جب خدا تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لئے حضرت مسیح ؑ کو بھیجیگا۔ یہی وہ زمانہ ہے جسکے لئے حضرت مسیح موعود کا آنا مقدر تھا۔ چنانچہ وہ آگیا۔ اور اسکی صداقت کے نشان یہ لوگ خود مہیا کر رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ اسکے قبول کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ٭

احباب کرام سے گذارش

ہم اپنے بعض احباب اور ناظرین اخبار کی نظر میں اسلئے معتوب ہیں کہ ہمنے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی سالانہ جلسہ کی تقاریر کو اس وقت تک اخبار میں شائع نہیں کیا اور اپنے احباب کے اس شوق اور اضطراب کو پورا نہیں کیا جو انہیں اپنے مطاع کے کلمات طیبات سے شیریں کام ہونے کے متعلق ہے۔ لیکن اگر ایسے احباب کو معلوم ہوتا۔ کہ ہم نے اسکے متعلق کیا کچھ سعی کی ہے تو ہم کو خطاوار نہ ٹھہراتے۔ ایسے دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ہمنے اپنی طرف سے دن رات ایک کرکے اور سب کاموں سے زیادہ ضروری سمجھ کر حضرت خلیفۃ المسیح کی تقاریر کو مرتب کر دیا ہوا ہے۔ اور اب حضور نظر ثانی فرما رہے ہیں۔ چنانچہ پہلے دن کی تقریر حوالہ کاتب بھی ہو چکی ہے۔ تقاریر کو جلد سے جلد شائع کرنے کی خاص سعی اور کوشش کی جا رہی ہے امید ہے کہ ماہ فروری میں یہ تحفہ ہم احباب کرام کی خدمت میں پیش کر دینگے

ہمنے ان تقریروں کو اخبار میں کیوں شائع نہیں کیا اسکے متعلق یہ عرض کر دینا کافی ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کا منشاء یہی ہے کہ کتابی صورت میں شائع ہوں ٭

شدھی کے متعلق آریہ سماج کو مشکلات

آریہ سماج کے وجود پذیر ہونے سے پہلے اہل ہنود اپنی مذہبی کتب کی بناء پر یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ کسی دیگر مذہب کا آدمی ان کے مذہب میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اسے داخل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ ہندو جو آریہ نہیں کہلاتے۔ یہی خیال رکھتے ہیں۔ اسوقت ہمیں اسبات سے بحث نہیں۔ کہ ان کا یہ خیال کہاں تک درست اور واجب ہے۔ البتہ یہ بتانا ہے۔ کہ آریہ سماج نے جو اس عقیدہ کو ترک کرکے یہ قرار دیا ہے۔ کہ ہر مذہب و ملت کے لوگ ہم میں شامل ہو سکتے ہیں۔ انہیں اس میں کس قدر کامیابی ہوئی ہے۔ اسوقت تک جسقدر لوگوں کو آریہ بنا کر بطور فخر کے پبلک میں لایا گیا ہے۔ ان کے حالات پر نظر کرنے سے ہر ایک شخص اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ آریہ سماج میں دوسروں کو جذب کرنے کی ہرگز طاقت اور ہمت نہیں ہے۔ لیکن آریہ صاحبان باوجود ان واقعات کے پیش آنے کے اسی بات پر اڑے ہوئے تھے کہ ہم دوسروں کو اپنے میں ملا سکتے ہیں یہ انکی ضد اور ہٹ دھرمی تھی۔ جو آخر کار قائم نہ رہ سکی۔ چنانچہ آریہ سماج کے ایک مشہور اخبار "مسافر آگرہ" نے شدھی کے متعلق یہ لکھ دیا ہے کہ:۔ "جس ہندو جاتی کے ساتھ روز اول ہی سے آریہ سماج نے اپنی قسمت کو وابستہ کر دیا ہے۔ اس کے اندرونی و بیرونی حالات کچھ ایسے واقع ہوئے ہیں کہ ان کی موجودگی میں

کوئی بھلا مسلمان آریہ سماج میں آکر اطمینان کی زندگی بسر نہیں کر سکتا"

آریہ اخبار نے اپنا پہلو بچانے کے لئے شدھی کی ناکامی کی وجہ آریہ سماج کا ہندو جاتی سے وابستہ ہونا قرار دیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آریہ سماج کو ہندو جاتی سے وابستہ کس نے کیا ہے۔ کیا کسی نے زبردستی ہندوؤں کے ساتھ سماج کو باندھ دیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر جب کہ آریہ سماج ہندوؤں کے ساتھ وابستہ ہونے کے لئے خودبخود مجبور ہے۔ اور علیحدہ ہو ہی نہیں ہو سکتی۔ تو یہ ایسی کمزوری ہے جو اسے شدھی کے میدان میں ناکام ثابت کر رہی ہے۔ نہ کہ ہندو جاتی پر اس کا الزام آتا ہے۔ چنانچہ اسی اخبار نے مثال دیکر سمجھا دیا ہے۔ کہ واقعہ میں آریہ سماج ہی کی کمزوری اور کم ہمتی ہے وہ لکھتا ہے "مثلاً کوئی شریف سے شریف مسلمان بھی آریہ سماج میں آکر یہ توقع نہیں رکھ سکتا۔ کہ اسکی یا اسکے لڑکوں کی شادی کسی اچھے آریہ خاندان میں ہو سکے۔ دوم اگر کسی ہندو یا آریہ لڑکی سے کسی شد شدہ مسلمان کی شادی ہو بھی جائے۔ تو جو سنتان (اولاد) اس جوڑے سے پیدا ہوگی۔ وہ قانون کی نگاہوں میں حرام کی سمجھی جائیگی" ٭

مندرجہ بالا عبارت میں "قانون" کا لفظ ہے۔ اس سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ قانون انگریزی ایسی اولاد کو حرام کی قرار دیتا ہے۔ بلکہ یہ ویدک قانون ہے۔ جو غیر مذہب کے انسان کی آریہ یا ہندو لڑکی سے پیدا شدہ اولاد کو ایسا قرار دیتا ہے۔ اور اسی کے مطابق سرکاری قانون کا آریوں پر نفاذ ہوتا ہے۔

ناظرین اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ آریہ سماج میں داخل ہونیوالے کسی غیر مذہب کے انسان کے لئے کیسی لاینحل مشکلات کا سامنا ہے۔ کیا ایسا مذہب بھی عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے؟

انگریزی ترجمہ پارہ اول کی اشاعت

خدا کے فضل و کرم سے جیسا کہ امید تھی۔ ترجمۃ القرآن پارہ اول کی اشاعت بڑے زور شور سے ہو رہی ہے۔ مختلف اطراف ہند سے درخواستیں آ رہی ہیں۔ اور ہمارے بہت سے احباب اس کار خیر میں مشغول ہیں۔ لیکن ابھی اسبات کی ضرورت ہے۔ کہ ہر ایک احمدی خواہ وہ انگریزی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ اس پارہ کی انگریزی خوان طبقہ میں اشاعت کرکے ثواب عظیم کا مستحق ہو۔ اسکے متعلق صرف تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ تو ایسی نعمت ہے کہ جس کسی کے سامنے رکھ دی جائے۔ اس کا دل اسے لینے کے لئے خودبخود بھر آتا ہے پس ہر ایک احمدی دفتر ترقی اسلام سے کچھ نہ کچھ کاپیاں قیمتاً منگوا کر ضرور تقسیم کرے تا اجر عظیم کا مستحق ہو ٭

بزرگانِ ملّت کی تقریریں

جناب حافظ روشن علی صاحب فاضل اجل کی تقریر

ہم احمدی کیوں بنے؟

جو ۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء بہ ایام جلسہ سالانہ ہوئی

سُورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا:۔

میرا مضمون ہے ہم احمدی کیوں بنے؟ قبل اسکے کہ اس مسئلہ کی تشریح کروں۔ اس عنوان کی تشریح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم احمدی ہیں تو تین سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم احمدی کیوں بنے؟ یعنی وہ کیا مطالب اور اغراض ہیں جن کے حاصل کرنے کے لئے ہمارا احمدی ہونا ضروری ہے یا کوئی ایسا مطلب ضرور ہے جسکے لئے ہمیں احمدی بننا پڑا ہے۔ دوسرا سوال یہ کہ ہم احمدی کیوں بنے۔ یعنی کس کس بات نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم احمدی بنے۔ تیسرے یہ کلمہ افسوس کے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔ جیسے ایک زمیندار بیل خریدتا ہے مگر وہ اُسے کام نہیں دیتا تو کہتا ہے کہ مینے کیوں یہ بیل خریدا۔ تو یہ فقرہ کہ ہم احمدی کیوں بنے؟ یہ تینوں مقصد اور مدعا رکھتا ہے۔ اسلئے میں ان تینوں کے متعلق کچھ کہونگا۔ (۱) ہمارے احمدی بننے کا کیا مقصد ہے (۲) کس بات نے ہمیں دھکے دے دے کر احمدی بنایا ہے (۳) افسوس ہوگا۔ اگر ہم وہ مقصد حاصل نہیں کر چکے جس کے لئے احمدی بنے تھے۔

ایک اور بات بھی میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ جس مضمون کو میں بیان کرنے لگا ہوں۔ اس کا اتنے بڑے مجمع کے سامنے بیان کرنا ضروری بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر ضروری نہیں تو اس مجمع کے سامنے اس کا ذکر کرنا فضول ہے لیکن میں اُسے ضروری سمجھتا ہوں۔ اسی لئے بیان کرنے لگا ہوں:۔

آپ لوگ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ایک درخت جو جنگل سے کاٹا جاتا ہے تو پھر اس پر آرے چلتے ہیں۔ اسکے تختے چیرے جاتے ہیں پھر اس سے صندوق بنایا جاتا ہے۔ کیا یہ تبدیلیاں جو اس درخت پر وارد کی جاتی ہیں۔ وہ بے فائدہ ہی ہوا کرتی ہیں نہیں بلکہ اس کی بہتری کے لئے ہوتی ہیں۔ کیونکہ جو چیز اس کے اندر رکھی جاتی ہے وہ بیش قیمت ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کی یہ حالت بنائی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک زمیندار دانہ کو لیکر خاک میں ملا دیتا ہے۔ کیا اس کا کوئی مقصد ہوتا ہے یا یونہی اسطرح کرتا ہے کہ ایک رکھی رکھائی چیز کو گھر سے نکالکر جنگل میں پھینک آتا ہے۔ حالانکہ جنگل سے گھر میں چیزیں لائی جاتی ہیں تو کیا اس کا کوئی مقصد ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر ایک کپڑے کا خوبصورت تھان ہوتا ہے۔ جسے درزی کے آگے لاکر رکھتے ہیں اور وہ اس کے کئی ٹکڑے کرتا ہے۔ پھر ان ٹکڑوں میں ہزاروں سُوراخ کرکے ان میں تاریں ڈال دیتا ہے تو کیا یہ بے فائدہ ہوتا ہے۔ نہیں اُسے کوئی بے فائدہ نہیں کہتا۔ اسی طرح ہم سوچتے ہیں کہ ہم تمام لوگ جو کسی نہ کسی قوم میں تھے۔ کوئی نہ کوئی رشتہ دار رکھتے تھے۔ کوئی نہ کوئی کام کرتے تھے۔ لیکن جب ہم احمدی ہوئے اور احمد کی غلامی اختیار کی۔ تب ہمارے اوپر وہ حالت آئی یا نہیں جو جنگل کی لکڑی۔ زمیندار کے دانہ اور کپڑے کے تھان پر آتی ہے۔ ضرور آئی۔ ایک احمدی اپنے غیر احمدی رشتہ داروں سے الگ ہو گیا۔ ان کے رسم و رواج کو چھوڑ بیٹھا اسکے معاملات میں شامل ہونے سے دُور ہو گیا۔ ان کو اپنا نہیں سمجھتا۔ کیوں ایسا کرتا ہے۔ اسلئے کہ احمدی ہو گیا ہے پس جب وہ ان سب باتوں کو ترک کر کے احمدی بنا ہے۔ تو ضرور ہے کہ اس کا کوئی مقصد اور مدعا بھی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول کرنیوالوں کا اور ہمارا ایک ہی مقصد ہے۔

میں آپ صاحبان کی توجہ ذرا اور پرے لیجاتا ہوں یعنی میں مُدعا کو سمجھانے کے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ اور قبل اسکے میں اپنے مضمون کو کھولکر رکھ دوں اس مثال سے سمجھانا چاہتا ہوں۔ اور وہ اسطرح کہ ایک انسان جس کو حکم ہُوا کہ لوگوں کو کہو۔ میں تمہارے جیسا ہی انسان ہوں وہ کون وہ مکّہ میں پیدا ہونیوالا۔ عرب میں رہنے والا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آج سے تیرہ سو (۱۳۰۰) سال پہلے گذرا۔ اسکے متعلق میں کچھ بیان کرتا ہوں۔ اسپر غور کرو۔ جس قوم میں آپ پیدا ہوئے اس کے سامنے آکر آپنے کیا اعلان کیا۔ اور کیا منتر اور کیا سحر تھا جو اس قوم کے سامنے آپنے رکھا وہ ایک فقرہ تھا کہ لا الٰہ الا اللہ۔ ظاہر میں تو اس فقرہ کو ایک سیکنڈ میں ادا کر لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کی جو حقیقت ہے وہ اس وقت کو دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ جبکہ آپنے اس کا اعلان کیا۔ وہ وقت وہ تھا کہ جس قوم اور جس شہر میں آپنے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ قریش کی قوم اور مکّہ شہر ہے۔ ان لوگوں کی زندگی کن باتوں میں گذرتی تھی۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کا تمام معاش اور گذارہ بُت پرستی پر ہے۔ ان کا گذارہ تجارت۔ زراعت۔ ملازمت اور صنعت و حرفت پر نہیں۔ بلکہ اسپر ہے کہ تمام دنیا پر جس قدر بُت بنائے جاتے ہیں۔ ان سب کو لاکر کعبہ میں رکھ دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ یہاں اس شہر میں سب لوگوں کے معبود ہیں۔ تم یہاں آکر ان کی عبادت کیا کرو۔ ان کا کعبہ میں تمام بُتوں کا لاکر رکھنا یہ مقصد رکھتا تھا کہ چونکہ مکّہ میں کوئی تجارت اور زراعت یا کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو پیش کر کے وہ لوگ دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر سکتے اس لئے انہوں نے لوگوں کی توجہ کو پھیرنے کے لئے بُتوں کو لاکر رکھ دیا۔ تجارت ہمیشہ تبادلۂ اشیاء پر چلا کرتی ہے لیکن اگر کسی کے پاس کوئی چیز ہی نہ ہو تو تجارت کس طرح چلے۔ ہندوستان کے لوگ تجارت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ کچھ چیزیں دے سکتے ہیں لیکن وہ لوگ ایسی وادی میں رہتے تھے جو وادی غیر ذی زرع تھی وہاں کوئی چیز پیدا نہ ہوتی تھی۔ اس لئے وہ اپنی ضروریات کو کس طرح پُورا کرتے۔ اس کے لئے انہوں نے دنیا کے ٹھاکر دل کی خدمت اُٹھالی تھی۔ پس اس بات پر غور کرو کہ ایک ایسی قوم میں یہ اعلان کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ ظاہری حالات کے مطابق اس قوم پر کس قدر تیز چھُری چلانا تھا۔ اور ان کی جانوں۔ انکی اولادوں ان کے شہر کو برباد کر دینا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ وقالوا ان نتبع الھدیٰ معک نتخطف من ارضنا (۲۸ - ۵۷) اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر ہم اس ہدایت کو مان لیں جو تم لائے ہو تو ہم یہاں نہیں رہ سکتے بلکہ یہاں سے ہمیں کہیں باہر ہی جانا پڑیگا۔ یہ انکی بات صحیح بھی ہوئی۔ اور واقعات نے شہادت دیدی کہ یہ جو کچھ کہتے تھے درست کہتے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو وہاں سے نکلنا ہی پڑا۔ اب آپ لوگ غور کر سکتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جیسا انسان اگر ان کے سامنے وہ بات پیش کرتا ہے جس سے بظاہر ان کی زندگی کے تمام سامان منقطع ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ ضرور اس بات کو مانو۔ اور پھر کچھ مان بھی لیتے ہیں۔ کیا یہ بات انہوں نے کسی معمولی اور عامیانہ مقصد کے

لئے تھی۔ کہ سب کچھ چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گئے تھے۔ نہیں بلکہ ایک بڑے مقصد کے لئے تھا تو آخران کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لا الٰہ الا اللہ پیش کر کے ان سے مطالبہ کرنا کہ تم سب لوگ اس کو قبول کرو۔ کیوں ہوا۔ ظاہر میں تو ان کو آرام و آسایش سے محروم کرنا تھا۔ اپنے گھروں اور اولادوں سے جدا کرنا تھا۔ اور بہت سی مشکلات کے لئے تیار کرنا تھا۔ لیکن اصل میں ان کے لئے ایک بہت اعلیٰ مقصد حاصل کرنا تھا۔ اور وہ صرف لا الٰہ الا اللہ میں پنہاں تھا۔ جبھی تو اسی سے یہ سوال حل ہو جاتا ہے کہ باوجود اسکے کہ منکران لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کے خون کے پیاسے تھے۔ لیکن جب انہیں سے کوئی لا الٰہ الا اللہ کہتا۔ تو مومنوں کے لئے جان سے بھی پیارا ہو جاتا۔ چنانچہ ایک تو وہ دن تھا۔ کہ خالد بن ولید دشمنوں کی طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن اسی سال جب اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ تو مسلمانوں کے لشکر کا سردار ہو گیا۔ تو لا الٰہ الا اللہ میں یہ راز تھا کہ سب کچھ اپنے لئے قربان کرانا چاہتا تھا۔ آخر وہ قوم جو اس نعرہ پر اٹھی۔ اور اس نکل پر جمع ہوئی۔ وہ بھی کسی مقصد اور مدعا کے لئے ہی اٹھی تھی شاید ہمارا بھی وہی مقصد ہو۔

یہاں میں اجمال کے طور پر اپنے مقصد کی طرف اشارہ تو کر گیا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ لوگوں نے سمجھ لیا ہو گا۔ اب میں اپنے مضمون کے ان تین حصوں کی طرف آتا ہوں۔ جن کو میں نے ابتدا میں بیان کیا تھا ؛

حصہ اوّل کے متعلق کہ ہم احمدی کیوں بنے۔ کن کن یا کن وجوہات نے ہمیں احمدی بننے کے لئے تیار کیا۔ اسکے متعلق میرے مکرم معظم جناب مولوی سرور شاہ صاحب نے جو لیکچر صبح کو دیا ہے وہ کافی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جن تمام انبیاء کے آنے کے متعلق پیشگوئیاں تھیں۔ ان کا اس زمانہ میں اجتماع ہو گیا ہے۔ اور ان پیشگوئیوں نے گواہی دے دی ہے کہ اسوقت کوئی عظیم الشان پیغمبر ان آنے والے پیغمبروں کے کمالات کا جامع سب کا قائم مقام آنا چاہیئے۔ اس کے متعلق میں قرآن شریف کی ایک شہادت دیتا ہوں :۔

قرآن شریف کی شہادۃ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ افمن کان علےٰ بینۃٍ من ربہ ویتلوہُ شاھدٌ منہ ومن قبلہٖ کتٰبُ موسیٰ اماماً ورحمۃً اولٰئک یؤمنون بہٖ ومن یکفر بہٖ من الاحزاب فالنار موعدہٗ ۔ فلاتک فی مریۃٍ منہُ ۔ انہُ الحق من ربک ولکن اکثر الناس لا یومنون ۔ (۱۱ - ۲۰)

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمنے ایک عظیم الشان نبی (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) بھیجا ہے کہ اس سے پہلے جس قدر نبی ہوئے ہیں وہ اس کی سچائی اور صداقت کی گواہی کے لئے آتے رہے ہیں۔ اور یہ ایسا نبی ہے کہ اس کی سچائی کے ثبوت اس کی زندگی تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ اسکے بعد بھی ایک ثبوت آئیگا جو اس کی تصدیق کریگا۔ اسبات کا نہ ہم کو نہ غیر احمدیوں کو اور نہ غیر مسلموں کو انکار ہے۔ کہ ایک عظیم الشان نبی کی آمد کی تمام نبی بشارت دیتے آئے ہیں۔ اور قرآن شریف نے کہا ہے کہ وہ رسول محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے۔ جو اپنی صداقت کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے نشانات رکھتا ہے۔ اور اسکی صداقت کا ایک یہ بھی نشان ہے کہ اس کا ایک گواہ ہو گا۔ جو اس کے پیچھے آئیگا۔ اور اس کی تابعداری کریگا ؛

اب اِسبات کا معلوم کرنا کہ وہ شاہد کون ہے۔ باقی رہگیا دنیا کا قاعدہ ہے کہ گذشتہ واقعات سے آیندہ کے متعلق سمجھا کرتے ہیں۔ مثلاً کچھ لڑکے جو کسی امتحان میں پاس ہوئے۔ اور اُنھیں عہدے مل گئے۔ تو دوسروں نے سمجھ لیا کہ اگر ہم بھی پاس ہوں گے تو ہمیں بھی یہ عہدے مل جائینگے۔ ہم بھی اس قاعدہ کے مطابق دیکھتے ہیں۔ کہ وہ شاہد جو آنے والا تھا وہ کون ہے؟ اِس کے متعلق خدا تعالیٰ نے سورہ الاحقاف میں یہ فرمایا ہے کہ :۔ قل ارءیتم ان کان من عند اللہ وکفرتم بہٖ وشھد شاھدٌ من بنی اسرائیل علےٰ مثلہٖ (۴۶ - ۹) کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) وہ عظیم الشان نبی ہے۔ کہ اس کی گواہی ایک بنی اسرائیل کے نبی نے دی ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گواہی دینے والا کون تھا وہ حضرت موسیٰ تھا۔ جو خدا تعالیٰ کا نبی تھا۔ اس سے پتہ لگ گیا کہ چونکہ رسول کی گواہی رسول ہی دیتے ہیں۔ اِس لئے آیندہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ایک رسول ہی آکر دیگا ؛

ایک سوال اور اس کا جواب

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ گواہی اس شخص کی تسلیم کیجاتی ہے۔ جس میں یہ دو وصف ہوں۔ ورنہ نہیں مانی جاتی پہلا وصف یہ کہ وہ اس واقعہ کی گواہی دے جس کا اس نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہو۔ اور دوسرا یہ کہ جس کے سامنے وہ گواہی دے رہا ہو۔ اس کا مسلم ہو۔ اور وہ اس کی نسبت مانتا ہو کہ یہ اس قابل ہے۔ کہ گواہی دے۔ لیکن اس آیت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ یتلوہُ شاھدٌ منہ۔ یعنی اس کی گواہی دینے والا اس کے پیچھے آئے گا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ شاہد مشاہد کا گواہ نہ ہو گا۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ شاہد مسلمانوں میں سے ہوا تو وہ غیر قوموں پر کسطرح حجت ہو سکیگا۔ اور اگر کسی اور قوم سے ہوا۔ تو پھر بھی وہ اپنی قوم کے لئے ہی شاہد ہو گا۔ نہ کہ تمام جہان کے لوگوں کے لئے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ اس کام کے لئے وہ شخص ہونا چاہیئے۔ جو یہ دعویٰ کرے کہ :۔

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اُٹھو دیکھو سُنایا ہم نے

الغرض گواہ وہ ہو۔ جس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی نہ ہو۔ بلکہ آپ کو اپنے اندر لے رہا ہو۔ آپکا آئینہ ہو۔ جس سے آپ کی شکل ہو بہو دکھائی دے سکے۔ چہ جائیکہ اس نے آپ کو دیکھا ہو۔ وہ گواہ یہ نہ کہے۔ کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ بلکہ یہ کہے کہ جو کوئی آپ کو دیکھنا چاہے۔ اُس کو میں دکھاتا ہوں۔ کیونکہ اگر وہ رویت کا گواہ ہو گا۔ تو اپنی ذات کے لئے ہی ہو گا۔ لیکن جب وہ یہ کہے گا کہ۔ (باقی دیکھو صفحہ ۱۲)

آؤ اپنے یار کو مجھ میں دیکھلو۔ وہ تو مشاہدہ کرنے والے سے بڑھکر ہوگا۔ پس اس کے لئے گواہ وہ ہونا چاہئے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو۔ آپ کا بروز ہو۔ آپ کا رنگ رکھتا ہو۔ ورنہ تیرہ سو سال کی چیز کو اب کون دکھا سکتا ہے۔ دیکھو وہ ایک مکان ہے۔ اس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اگر سورج کی دھوپ دکھانا منظور ہو۔ تو یوں کرینگے کہ ایک شیشہ لیکر اس کو سورج کے سامنے کرینگے۔ اس طرح شیشہ پر دھوپ پڑکر اس مکان میں جا پہنچیگی۔ لیکن اگر سورج ابر میں پنہاں ہو۔ تو نہیں دکھا سکینگے۔ اسی طرح ہم اس زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ اسلام کے سورج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پردہ پڑ چکا تھا۔ اس لئے کسی ایسے ہی شخص کو آنا چاہیئے تھا۔ جو آپ کو دکھلا دیتا۔

دوسرا سوال اور اس کا جواب

دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ اگر وہ شاہد مسلمانوں میں سے یا کسی اور قوم سے پیدا ہوا۔ تو دوسروں پر کیونکر حجت ہو سکیگا اس کے متعلق میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ وہ اس طرح دوسروں پر حجت ہوگا۔ کہ ہم نے ان تمام قوموں سے جو اپنے آپ کو کسی مذہب کی طرف منسوب کرتی ہیں۔ مل کر دریافت کیا ہے کہ تم کسی نبی کے آنے کی منتظر ہو۔ یا نہیں۔ تو انہوں نے کہا ہے کہ ہم منتظر ہیں۔ اور یہی زمانہ ہمارے اس نبی کے آنے کا ہے۔ چنانچہ عیسائی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں حضرت مسیح نے آنا ہے۔ پارسی کہتے ہیں یہی وہ زمانہ ہے جس میں ہمارے نبی نے آنا ہے۔ اور مسلمان کہتے ہیں۔ کہ یہی وہ زمانہ ہے۔ جس میں امام مہدی اور حضرت عیسیٰؑ نے آنا ہے یہاں تک کہ ایک آنیوالے کے متعلق سکھوں کے گرنتھ میں بھی لکھا ہے۔ تو ضرور ہر ایک قوم ایک آنے والے نبی کی منتظر ہے۔ لیکن ان میں اور ہم میں فرق یہ ہے۔ کہ ہم جس کے منتظر تھے۔ اس کو دکھاتے ہیں۔ اور دوسرے دکھا نہیں سکتے۔ بلکہ یہی کہتے ہیں۔ کہ ہم انتظار میں ہیں۔ ان لوگوں میں ایک نبی کے آنے کی پیاس اور بھوک ہے۔ لیکن ہم سیر ہو چکے ہیں۔ پھر کیا ان کے انتظار کرنے سے انہیں مقصود مل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ مثلاً ایک کسان کو صرف انتظار ہی انتظار ہو۔ اور اس نے کوئی محنت اور کوشش نہ کی ہو کہ میرا کھیت پک جائے۔ تو نہیں پکیگا۔ کیونکہ پکنے کے کچھ اسباب ہیں پس ہم جس کی انتظار میں تھے۔ اس کے متعلق اسباب پیدا ہو گئے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے خود کہدیا۔ کہ "دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نکیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا"۔ پس یہ خدا کے حملے اور زبردست حملے وہ چیزیں ہیں جو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ جس کے تم منتظر تھے۔ وہ آچکا ہے۔ اور یہ ہے غیروں کو انتظار میں لانا اور اسلام میں ایک شخص کو پیدا کر کے زور آور حملوں سے اس کی تصدیق کرنا صداقت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو روز روشن کیطرح ظاہر ہو رہی ہے۔ اور ہم اسی لئے احمدی ہوئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم بری صحبتوں سے بچنے کے لئے احمدی ہوئے۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ وہ طاعون کھڑی کہہ رہی ہے کہ چلو سب کو چھوڑو اور احمدی بنو۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ ہم اس لئے احمدی ہوئے کہ اپنی جماعت بنائیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ زلزلے اور عظیم الشان نشان ہمیں مجبور کر رہے ہیں۔ کہ چلو احمدی بنو۔

ہمارے احمدی ہونیکا دوسرا پہلو

اب میں دوسرے سوال کو لیتا ہوں۔ کہ ہم احمدی کیوں بنے۔ اس کا جواب ان آیات میں ہے۔ جو میں آپ لوگوں کو دوبارہ سنائے دیتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ؕ

ہمیں کس مقصد اور مدعا کے لئے حکم ہوا۔ کہ اپنی قوم سے الگ ہو جاؤ۔ ہم سے کس مقصد کے لئے عہد لیا گیا۔ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرینگے۔ ہمارے لئے کس مقصد کے لئے قادیان کو مرکز بنایا گیا۔ اور ہمارا احمدی نام رکھا گیا۔ ہمیں کس مقصد کے لئے روکا گیا کہ تمام حرامکاریوں سے بچو۔ ہمیں کس مقصد کے لئے جنگل سے کاٹ کر باغ میں لگایا گیا۔ اور ہمیں کس محبوب کی سیر کے لئے گلستان میں نصب کیا گیا ہے۔ اب میں اس مقصد کو بیان کرتا ہوں۔ آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ جب کسی برتن کو اعلیٰ درجہ کا صاف کیا جاتا ہے۔ تو وہ کسی اعلیٰ ہی کھانے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ چاندی سونے۔ یا ہیرے کو جو کانوں میں پڑے ہوتے ہیں ان کو جو ہزاروں آنچوں اور کئی کٹھالیوں میں ڈالا جاتا ہے۔ کئی سوراخ کئے جاتے ہیں۔ تو وہ کسی کے گلے یا کان میں لٹکانے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ پس ہم جو طرح طرح سے ستائے گئے۔ کئی کئی کٹھالیوں میں ڈالے گئے۔ آخر کیوں۔ کس غرض کے لئے۔ لیکن اگر ہیرے کو یہ معلوم ہو۔ کہ میں بادشاہ کے تاج میں لگنے کے لئے تراشا جا رہا ہوں۔ تو کیسا خوش ہوگا۔ اسی طرح اگر ہمیں معلوم ہو۔ کہ ہم کس غرض کے لئے صاف کئے گئے ہیں۔ تو ہمارے خوشی کی بھی کوئی انتہا نہ رہے۔

اسی کے ضمن میں ایک بات ہے۔ جو میں بیان کر دیتا ہوں۔ کسی شخص نے مجھے کہا۔ کہ اگر مرزا صاحب نے لاکھوں انسانوں کی جماعت بھی بنالی۔ تو بھی یہ ان کی سچائی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیا گولڑوی وغیرہ نے جماعتیں نہیں بنالیں۔ میں نے اسے کہا۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو ایک ہی شخص مان لیتا۔ تو بھی آپ کی صداقت کی یہ بہت بڑی دلیل تھی۔ کیونکہ ایک پیسہ جس کے پہرہ پر کئی آدمی تلوار لیکر کھڑے ہوں۔ جو شخص اس کو حاصل کریگا۔ اس کی بہادری ہوگی لیکن اگر جنگل میں لاکھ روپیہ کی تھیلی پڑی ہو اور کوئی اٹھالے تو اسے کوئی بہادر نہیں کہیگا۔ یہی حال حضرت مرزا صاحب کا ہے۔ کیونکہ آپ کی طرف آنے کے لئے پہلے خیالات الگ مخالفت کرتے ہیں۔ دل کی خواہشیں اور تمنائیں الگ روکتی ہیں۔ قوم سے تعلقات قطع کرنے الگ سد راہ ہیں۔ علما کی ملامت الگ روک ہے۔ غرض ایک انسان جب احمد کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ تو سارا جہاں اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور مسیح موعود اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اس کشمکش میں اگر حضرت مسیح موعود ایک کو ہی چھین کر لے آئے۔ تو بتاؤ کہ آپنے سارے

جہاں کی بیٹھ لگادی یا نہ۔ پھر اگر چار لاکھ آپ کی طرف آیا ہے۔ تو اتنی ہی دفعہ سارے جہاں کی بیٹھ لگائی گئی ہے اسی لئے آپ فرماتے ہیں۔ کہ میری طرف کسی کا آنا ایک معجزہ ہے؛

مجھ سے کسی نے کہا۔ کہ مکہ میں بدو رہتے ہیں۔ وہاں یہ خرابی ہے یہ نقص ہے۔ یہ برائی ہے۔ میں نے اسے کہا۔ کہ اگر مکہ پیرس کی طرح ہوتا۔ وہاں کوئی اچھی عمدہ سیرگاہ ہوتی۔ تو میں کہتا کہ لوگ پیرس کی سیر کے لئے جاتے ہیں۔ وہاں بھی اگر کوئی گیا ہے۔ تو اسی غرض کے لئے گیا ہے۔ مجھے کیس طرح معلوم ہوتا۔ کہ اس کا مکہ میں جانا حضرت ابراہیمؑ کی وہ دعا پوری ہو رہی ہے۔ جو انہوں نے اس طرح کی تھی۔ کہ اے میرے خدا لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دے۔ لیکن اب جبکہ بدو لوگوں کو ستاتے ہیں۔ کوئی دنیاوی آرام و آسائش کی جگہ نہیں۔ اور لوگ جاتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم کی دعا پوری ہو رہی ہے۔ اسی طرح اگر قادیان لاہور یا امرتسر کی طرح کا کوئی شہر ہوتا۔ یا کم از کم ریل گاڑی کا سٹیشن ہی ہوتا۔ تو میں کہتا کہ یہاں جو آیا ہے آرام کی خاطر آیا ہوگا۔ لیکن اب جبکہ یہاں تک آنے کے لئے پکی سڑک بھی نہیں ہے۔ یکہ پیچھے پہنچتا ہے۔ اور پیدل انسان پہلے آجاتا ہے۔ مگر لوگ جوق در جوق آتے ہیں۔ تو میں عجب مزے لوٹتا ہوں۔ اور یاتین من کل فج عمیق کی عجیب حلاوت حاصل کرتا ہوں؛

ہمارے احمدی ہونے کی اصل غرض

تو ہمیں یہاں کس غرض کے لئے لایا گیا۔ اس لئے کہ الحمدللہ تمام دنیا کے لوگوں نے کسی حرفہ کی کسی پیشہ کی کسی کسب کی کسی عہدہ کی کسی بادشاہ کی کسی رئیس کی کسی خوبصورت کی تعریفوں کو لے لیا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی تعریف کے گھر کو خالی چھوڑ دیا ہے۔ یہ گھر ہم کو دیا گیا ہے۔ جانتے ہو۔ ہمیں اس کے لئے کیوں منتخب کیا گیا۔ اس لئے کہ مخلوق کی تعریف مخلوق نے سنبھال لی۔ اور خدا کی تعریف تم سنبھال لو۔ ایک دفعہ یہاں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک نومسلم آیا۔ اس نے آپ کے حضور عرض کی۔ کہ میں بارہ سال سے مسلمان ہوں۔ اور میرے اور بھی دوست ہیں۔ جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ لیکن ہمارے مسلمان ہونے کا ہماری قوم کو علم نہیں ہے۔ کیونکہ ہم در پردہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور پوشیدہ ہی روزے رکھتے ہیں۔ اور ظاہرہ ہندو ہی بنتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ (کیا ہی پاکیزہ الفاظ ہیں) کہ اگر ایک اعلیٰ درجہ کا کھانا پکایا جائے۔ اور بہرے (پاخانہ کے برتن) میں رکھکر کسی کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول نہیں کریگا۔ مانا کہ تم نمازیں پڑھتے رہے ہو۔ اور روزے رکھتے رہے ہو۔ لیکن تمہارے حالات پاخانے کے برتن تھے۔ اس لئے انکو کہاں قبولیت کا درجہ حاصل ہو سکتا تھا میرا اس قصہ سے یہ مطلب نہیں۔ کہ اگر کوئی احمدی کسی شہر میں ہوتا ہے۔ تو وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ احمدیت تو ہے ہی ایسی چیز کہ جس کو لگتی ہے۔ اس کے بدن کو فنا کر دیتی ہے۔ اس لئے کوئی احمدی ہو کر کیونکر چھپا رہ سکتا ہے۔ ہاں میرا یہ مطلب ہے۔ کہ الحمدللہ رب العلمین جیسی نعمت جس برتن میں ڈالی گئی ہے۔ وہ اگر گندہ اور ناپاک ہوا۔ تو اس سے قبول نہ کی جائے گی۔ پس تم لوگ ایسے برتن بناؤ۔ کہ خدا تعالیٰ ان میں پڑی ہوئی چیز کو قبول کرے؛

خدا کی حمد کیسی ہو

ہم خدا تعالیٰ کی کیسی حمد کریں ایسی کہ تمام حمد اسی کے لئے کر دیں۔ اور غیر کی حمد کو بالکل اپنے دلوں سے نکال دیں ایک دوست نے مجھے کہا۔ کہ غیر کی محبت کو ہم اپنے دلوں سے کس طرح نکال دیں۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ کہ مومن کی خدا تعالیٰ سے اشد محبت ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مومن کی تھوڑی محبت اوروں سے بھی ہوتی ہے لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ اشد اس چیز کو کہتے ہیں۔ جو بہت سخت ہو۔ اور وہ جس چیز کے ساتھ لگے۔ اس کو توڑ دے تو اس کے یہ معنے ہوئے۔ کہ مومن وہ ہوتا ہے جس کے دل میں خدا کی محبت کا ایک پہاڑ نصب ہو جائے جس سے دوسروں کی محبت کے شیشے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ پس الحمدللہ۔ سب حمد خدا ہی کے لئے ہو۔ اور وہ کوئی چھوٹی سی سلطنت کا مالک نہیں۔ یا کسی مقررہ وقت تک کا حاکم نہیں۔ بلکہ رب العلمین ہے۔ تمام جہانوں کا رب ہے۔ جہان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک مکانی موجودات کا دوسرا زمانی کا کہ ابتدا سے انتہا تک وہی رب ہے۔ تیسرا اس عالم اور آخرت کا بھی رب ہے۔ پس سب سے بڑا بادشاہ وہی ہوا۔

پھر ایسے بھی بادشاہ ہوتے ہیں۔ کہ اپنے ملازمین کو مفت انعام و اکرام دیتے ہیں۔ اس لئے فرمایا الرحمٰن تمہارا خدا ایسا بادشاہ ہے۔ کہ مفت میں انعام دیتا ہے۔ اب سوال ہو سکتا تھا۔ کہ ہاں لیا۔ کہ خدا سے مفت انعام ملتا ہے لیکن کیا انسان محنت اور کوشش سے ترقی کر کے بھی اس کے حضور پہنچ سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اس کے لئے فرمایا الرحیم کہ تم جتنی بھی محنت اور کوشش کرو۔ تمہارے خدا کے حضور میں گنجائش ہے۔ کہ تمہیں ترقی دیتا جائے۔ پھر سوال ہوتا ہے۔ کہ کیا کوئی شرارت اور فساد کرے۔ تو بھی انعام کا مستحق ہی ٹھہرتا ہے فرمایا مالک یوم الدین وہ سزا بھی دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جلالی اور جمالی دونوں خوبیوں کا مالک ہے۔ غرض ہم اس کی ایسی تعریف کریں۔ کہ تعریف کا کوئی پہلو باہر نہ رہے۔ اور جب ہم ایسی تعریف کرینگے تو ہماری وہی قدر ہو جائیگی۔ جو ایک بڑے حاکم کی تعریف کرنیوالوں کی ہوتی ہے۔ دیکھو جب کسی کا تعلق کسی بڑے حاکم سے ہوتا ہے۔ تو اس کا لوگوں پر کیسا رعب ہوتا ہے۔ لیکن جو رب العالمین کا مداح۔ اور اس کی تعریف کرنے والا ہوگا۔ اس کی دنیا کی نظر میں کیا کچھ قدر ہوگی۔ اور وہ کس قدر انعام پائیگا۔ اس کی تعریف کرنے کی یہ ترکیب ہے۔ کہ ایاک نعبد۔ اب ایک ایسا بادشاہ مل گیا جو رب العلمین ہے۔ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس کے آگے یہ کہنا چاہئے۔ کہ ہم نے سب دنیا چھوڑ دی ہے اب صرف آپ ہی کی غلامی کی عزت حاصل کرنا مقصود ہے بڑے بادشاہ کے غلاموں کی بہت زیادہ عزت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جو کسی کا غلام ہوتا ہے۔ اس کا اپنا کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ جو کچھ اس کا ہوتا ہے۔ وہ سب اس کے مالک کا ہوتا ہے۔ دوسرے چونکہ اس کا

آقا بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس کے آگے اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کو بڑھا کر پیش کر سکتا اور ترقی حاصل کر سکتے ہیں تو ہم چونکہ رب العلمین کے غلام ہوئے۔ اس لئے ہماری شفقت اور ہمدردی اس کی تمام مخلوق سے ہونی چاہئے کیونکہ کسی بادشاہ کا جو بڑا غلام ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ وہ کام کرتا ہے۔ تو ایاک نعبد کے ماتحت جب ہم خدا کے غلام ہوئے تو ہماری شفقت اور ہمدردی بہت وسیع ہونی چاہئے۔ پھر ہم الرحمن کے غلام ہیں۔ یہی نہ کریں کہ فلاں شخص ہمارا کوئی کام کریگا۔ تو ہم اس سے اچھا سلوک کریں گے۔ کوئی ہمیں "جی" کہیگا۔ تو ہم بھی کہینگے۔ بلکہ بغیر کسی کے کام اور محنت کے اس سے شفقت کریں۔ اس لئے نہیں ہم رحمن ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ رحمن کے غلام ہیں۔ پھر جو ہماری مزدوری کرے اس کو بھی دیں۔ اس لئے نہیں کہ ہم رحیم ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ رحیم کے غلام ہیں۔ پھر جو کوئی سزا کے لائق کام کرے۔ اسے سزا دیں۔ لیکن اس لئے نہیں کہ ہم مالک یوم الدین ہیں بلکہ اس لئے کہ مالک یوم الدین کے غلام ہیں؛

عربی میں وہ راستہ جو پامال کر دیا جائے۔ معبّد کہلاتا ہے تو جس وقت ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ایاک نعبد تو گویا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اے خدا تیری طرف سے جو گاڑی چلا دے جو کچھ بھی آ جائے۔ ہم اس کے نیچے آنے کے لئے کھڑے ہیں میرا اپنا اعتقاد ہے۔ کہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ یہ عبادت نہیں۔ بلکہ عبادت کی طرف متوجہ کرنے کا سامان ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعہ انسان کو خدا تعالےٰ کے ساتھ ملانا مقصود ہے۔ نہ کہ ان کا کرنا مقصود ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ نماز اس لئے ہے۔ کہ بدیوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔ روزے اس لئے ہیں۔ کہ متقی بناتے ہیں۔ حج اس لئے ہے۔ کہ گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ زکوۃ اس لئے۔ کہ بری خصلتوں سے پاک ٹھہراتی ہے۔ تو یہ ہمارے لئے سامان کا کام دیتے ہیں۔ ہاں عبادت یہ ہے۔ کہ نماز جو ہمیں صاف کرتی ہے تو ہم اس کے بعد اپنے اوپر کسی قسم کی میل نہ آنے دیں۔ پس جب ہم نماز میں یہ کہتے ہیں کہ ایاک نعبد کہ اے مولا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تو نماز کے بعد بھی اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر کام میں اس بات کا خیال رکھیں کہ ہم نے اپنے مولا سے جو یہ اقرار کیا ہوا ہے۔ کہ ہم تیری ہی غلامی کرتے ہیں۔ آیا اس کو توڑ تو نہیں دیا

نماز کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور اقرار ہے۔ روزہ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور اقرار ہے۔ حج کیا ہے خدا تعالیٰ کے حضور اقرار ہے۔ اور عبادت سے ان اقراروں کی پابندی مقصود ہے۔ دیکھو جب کوئی شخص کسی حاکم کے حضور کسی کام کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ تو اسے کہا جاتا ہے کہ تم فلاں کام کرنا۔ وہ کہتا ہے۔ جی کرونگا لیکن اس کے یہ کہہ دینے سے کہ میں فلاں کام کرونگا وہ کام ہو نہیں جاتا۔ بلکہ اس کا کرنا یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی حرکات اور سکنات سے اس کو کر کے دکھائے میں نے ابھی آپ لوگوں کے سامنے بتایا ہے۔ کہ ہم احمدی اس لئے بنے۔ کہ خدا تعالےٰ کی غلامی کریں کیونکہ باقی دنیا نے دنیا کی غلامی اختیار کر رکھی ہے کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اچھا جب ہم خدا کی غلامی کریں گے تو دنیا کے کام کس طرح چلینگے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تم جس کی نوکری کرو گے۔ اسی سے تنخواہ بھی پاؤ گے ایاک نعبد و ایاک نستعین تم کہو۔ کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ کیونکہ تم نے اپنے آپکو میرے سامنے غلام کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ نہ کہ نوکر کی حیثیت سے۔ ملازم اور غلام میں فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک ملازم اپنے آقا کے سامنے ایک تاجر کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ جو روپیہ وہ تنخواہ میں لیتا ہے۔ اس کے عوض کچھ دیتا بھی ہے۔ اور جانبین ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ لیکن ایک غلام اپنے آقا کے سامنے اپنا کوئی حق نہیں سمجھتا۔ غلام تو کہتا ہے کہ اگر میں مارا بھی جاؤنگا۔ تو میرا اس میں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ یہ بھی مالک ہی کا نقصان ہوگا۔ پس ہم نے اپنے آپکو خدا تعالیٰ کا غلام بنایا ہے۔ اس لئے اگر اس کی راہ میں ہم مارے بھی جائیں گے۔ تو اسی کے مرینگے۔ ہمارا اس میں کیا ہے۔ ایک دفعہ مجھے صدقہ دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لیکن میرے پاس کچھ نہ تھا کہ دیتا۔ البتہ میرے پاس روٹی تھی۔ جو میں نے خود کھانی ہو اور دل میں یہ خیال کر لیا۔ کہ یہ بدن بھی جس کے لئے میں نے روٹی کھانی ہے۔ میرا نہیں۔ بلکہ خدا ہی کا ہے۔ اس لئے یہ صدقہ ہو گیا؛

بادشاہوں کے دربار میں پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ جو لوگ واقف ہوتے ہیں۔ وہ تو فوراً پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن جو ناواقف ہوتے ہیں۔ انہیں بہت سرگردان ہونا پڑتا ہے۔ اب جبکہ ہم اپنے آپکو خدا تعالیٰ کے آگے بیچ چکے تو پھر کوئی ایسی قریب کی راہ ہونی چاہئے۔ کہ ہم اس تک جلدی پہنچ سکیں۔ اس کے لئے اس طرح عرض کرنی سکھائی کہ اھدنا الصراط المستقیم اے مولا ہمیں کوئی سیدھا سا راستہ بتا دے۔ اس سے آگے دو باتوں کا ذکر ہے جن میں سے ایک بشارت ہے۔ اور دوسری انذار۔ آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ وہ انسان جو بڑی عزت پاتے ہیں۔ وہ ذلت کو بھی بڑا ہی محسوس کرتے ہیں؛

صراط الذین انعمت علیہم

خدا سے کیا مانگنا چاہئے

اب جو ہم بڑے دربار میں پہنچے ہیں تو کیا مانگیں۔ اگر ایک شخص ایک بڑے امیر کے پاس بہت سی تکلیفوں کے بعد پہنچے۔ اور وہاں جا کر ایک یا دو پیسہ مانگے۔ تو کیا ذلیل سوال ہے۔ اسی طرح اگر کوئی انسان خدا تعالےٰ کے حضور پہنچکر جس قدر بھی چیزوں کو پسند کرے۔ وہ مانگے۔ تو اس کا مانگنا اس قسم کا ہوگا جیسے کسی بڑے امیر سے کوئی ایک پیسہ مانگے۔ اس لئے خیال پیدا ہوا کہ ہم کیا مانگیں۔ جس کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ راہ بتائی۔ کہ تم کبھی ہم نہیں مانگنا جانتے۔ ہم یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ جو انعام آپ نے پہلے لوگوں پر کئے۔ وہی ہم پر کیجئے۔ یعنی حضرت آدمؑ حضرت ابراہیمؑ و حضرت موسیٰؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ وغیرہم کو دیا۔ وہ سب کچھ ہمیں دیجئے۔ ان سب باتوں کے لئے ہم نے جھولی پھیلا دی ہے۔ کیونکہ ہم کسی ایسے دربار میں کھڑے نہیں ہیں۔ کہ جہاں سے یہ جواب ملجائے۔ کہ بجٹ میں گنجائش نہیں۔ ہم تو اس

کے حضور کھڑے ہیں جس کے خزانے کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میرا وہ مولیٰ ہے
کہ اگر تمام جن وانس پہلے اور پچھلے ایک میدان میں کھڑے
ہو کر اپنی اپنی تمام حاجتیں اس سے طلب کریں۔ اور وہ
ان کی سب حاجتوں کو پورا کر دے۔ تو اس کے خزانوں میں اتنی
بھی کمی نہ آئیگی جتنی کہ ایک سوئی کو سمندر میں ڈبو کر نکالنے
سے اس میں آجاتی ہے۔ تو اتنے بڑے دربار میں آکر ہم کسی
چیز کی تخصیص کیوں کریں جو کچھ آپ نے کسی کو دیا ہے۔ وہ ہمیں
بھی دیجئے ملازم اور غلام میں ایک یہ بھی فرق ہے۔ کہ ملازم
ایک خاص کام پر متعین ہوتا ہے۔ لیکن غلام کہتا ہے
کہ حضور جو چاہیں کام لیں۔ میں کرنے کو تیار ہوں۔ چونکہ
ہم ایاک نعبد کہکر خدا تعالیٰ کے غلام ہو گئے تھے۔ اس
لئے یہی عرض کرنی چاہئے تھی۔ کہ جو انعام بھی آپ کی
مرضی ہے۔ وہ دیجئے۔ ہم کسی کا نام نہیں لیتے۔

پھر ایک یہ بات بھی یاد رکھو۔ کہ بعض غلام خائن ہوتے
ہیں۔ اور دنیا کے آقا ان کے دہوکے کھا جاتے ہیں۔
لیکن جس آقا کے حضور تم چلے ہو۔ اس کے آگے کوئی جھوٹا
اقرار نہیں چل سکتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول فرماتے
کہ ایک دفعہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوا۔ دل میں کچھ رنج
تھا۔ میں زبان سے الحمد للہ رب العالمین نکالتا۔ لیکن نہ
نکلتا۔ جماعت کرا رہا تھا۔ پیچھے سے مقتدی سبحان اللہ
سبحان اللہ کہیں۔ کہ بھول گیا ہے۔ لیکن میں پندرہ منٹ
تک نہ کہ سکا۔ جس وقت زبان پر یہ لفظ آتے۔ میں سوچتا
کہ اگر میں نے الحمد للہ رب العالمین کہا۔ تو خدا تعالیٰ کہیگا جو
دل میں کہا ہے اور زبان سے کیا کہتا ہے۔ آخر مجھے سرور
ہوا۔ تو میں نے الحمد للہ رب العالمین کہا۔

تو جن پر انعام واکرام ہوتے ہیں۔ وہ کبھی خائن بھی نکل
آتے ہیں۔ اس لئے یہ فرمایا۔ کہ کہو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
ایسا نہ ہو۔ کہ ہم پر کبھی آپ کا عتاب نازل ہو۔ اور ہم شامت
اعمال کی وجہ سے آپ کے دربار سے نکالے جائیں۔ اور
نہ یہ ہو کہ جو راستہ آپنے ہمیں بتایا ہے وہ بھول جائیں۔

خلاصہ کلام اس مقصد کا یہ کہ ہم احمدی کیوں بنے۔ اس لئے
کہ خدا تعالیٰ کی غلامی کریں۔ خدا تعالیٰ کو دنیا نے چھوڑ دیا ہے
ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم اس کی توحید کو ثابت کریں۔ اور اپنے
عمل سے بتا دیں۔ کہ ہم اس کے غلام ہیں جو الرحمن الرحیم
اور مالک یوم الدین ہے۔

پھر الحمد سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلتے ہیں۔
دنیا میں لوگ آپ کے نور کو بھول گئے ہیں۔ لیکن جب
ہم الحمد للہ رب العالمین کے مظہر ہونگے۔ تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی مظہر بنیگے۔ اور جب آپ کے مظہر
بنیگے۔ تو احمد کے بھی مظہر بنینگے۔ کیونکہ جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ
فلاں گجراتی ہے۔ یا پنجابی ہے۔ یا ہندوستانی ہے۔ تو
اس کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ وہ گجرات یا پنجاب یا ہندوستان
میں رہنے والا ہے۔ اس طرح جب ہمیں احمدی کہا گیا۔ تو
اس کا یہ مطلب ہوا۔ کہ ہم احمد میں داخل ہو گئے یعنی احمد کے
کام کرنیوالے ہوئے۔ اور یہی ہمارے احمدی ہونے
کا مقصد ہے۔

ہمارے احمدی ہونیکا تیسرا پہلو

تیسرا پہلو یہ ہے۔ کہ اگر
ہمنے اس مقصد کو پورا
نہ کیا۔ تو ہم احمدی کیوں
بنے۔ مجھے حضرت
خلیفۃ المسیح اول رضی کی وفات کے بعد مختلف بلاد ہند میں
پھرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس لئے مجھے جماعت کے
لوگوں میں بعض باتیں ایسی معلوم ہوئی ہیں جن کے
بد نتائج سے بچنے کے لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں
کو آگاہ کر دوں۔ آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ انسانی کاروبار
ایک دوسرے کی نقل ہوتے ہیں۔ لباس۔ خوراک۔ ادب
آداب وغیرہ وغیرہ سب باتیں نقل سے ہو رہی ہیں۔
مگر جس چیز کا کسی کو مشاہدہ نہ ہو۔ اس کی وہ نقل کیا کریگا
یہی بات مذہب کی ہے۔ اس زمانہ میں احمدیت ہی اسلام
ہے۔ لیکن بعض لوگ خود تو احمدی ہیں۔ لیکن وہ اس کا
ذکر اپنے بیوی بچوں میں نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ
ان کے دنیا سے چلے جانے پر ان کے گھرانے سے
احمدیت بھی چل دیتی ہے۔ پس ہر ایک احمدی کو چاہئے
کہ اپنے بیوی بچوں میں احمدیت کا تذکرہ کرتا رہے۔ اور
ان میں احمدیت کا بیج بوتا رہے۔ **دوسری بات**
یہ ہے۔ کہ بعض لوگوں نے احمدیت کو اسی طرح کا سمجھ
رکھا ہے۔ جس طرح پہلے لوگ سمجھتے تھے۔ کہ پیر کی
بیعت کر لی۔ تو اس نے ہمارے سب افعال وکردار کی
گٹھڑی اٹھالی۔ اب ہمیں کچھ نیک عمل کرنے کی ضرورت
نہیں ہے لیکن یہاں یہ حالت نہیں ہے۔ یہاں تو ایسی
تلوار ہے۔ کہ ذرا سی بے احتیاطی کرنے پر کاٹ دیتی ہے
کیونکہ اقرار لینے والا یوں اقرار لیتا ہے۔ کہ جہاں تک
تمہاری طاقت اور سمجھ ہے۔ تم خود گناہوں سے بچو گے
میں نہیں بچاؤنگا۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کروگے مگر
میں نہیں کراؤنگا پہلے لوگوں کی بیعتیں مزے کی بیعتیں
وہ قصے اور تھے۔ جن کو سنکر نیند آتی تھی۔ مگر یہ تو وہ
قصہ ہے۔ کہ جس کو سنکر جگر پھٹ جاتا ہے۔ اس لئے سنبھلو
بیعت ایک اقرار ہے۔ معاہدہ ہے۔ اور ذمہ داری ہے
ان العہد کان مسئولاً اس عہد کے متعلق تم سے سوال
کیا جائیگا۔ پس ہر ایک احمدی اس بات کا خیال رکھے۔ تم
یہ نہ سمجھو۔ کہ بیعت کر کے آزادی میں آگئے۔ بلکہ یہ کہ اس
طرح تمہاری آزادی کھوئی گئی ہے۔ اگرچہ ہم پر خدا تعالیٰ
کا بڑا فضل ہوا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ایک چھوٹا سلسلہ ہو گیا ہے۔ ورنہ
کتنا بڑا سفر تھا۔ جسے حضرت مسیح موعود نے ایک قدم میں طے
کرا دیا۔ مگر یہ بہت ذمہ داری کا بھی کام ہے۔

ہاں میں یہ بیان کر رہا تھا۔ کہ انسانی کام کاج نقل سے
چل رہا ہے۔ لیکن جب تم لوگوں میں احمدیت کا ذکر نہ
کروگے۔ تو وہ حضرت مسیح موعود کو کس طرح قبول کرینگے
پھر صرف باتیں کچھ کام نہیں دیتیں۔ انسان کا عملی نمونہ
ہوتا ہے۔ جو دل میں گھر کرتا ہے۔ تم اپنے اعلیٰ نمونہ
سے لوگوں کو احمدیت کی تعلیم دو۔

تیسری بات یہ ہے کہ بہت شہروں میں پانچ وقت
کی نماز باجماعت پڑھنے کی پابندی بہت کم ہے۔ اور
آٹھویں دن اکیلے ہو کر جمعہ پڑھ لیتے ہیں۔ مجھے یہ معلوم
ہے کہ شہروں میں احباب دور دور رہتے ہیں۔
اس لئے ان سب کا ایک جگہ پانچ وقت اکٹھا ہونا
مشکل ہے۔ لیکن اگر دو آدمی بھی مل جائیں۔ تو جماعت
سے نماز پڑھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کسی
نے باجماعت نماز کے متعلق پوچھا۔ تو آپنے فرمایا
کہ ایاک نعبد سے تو جماعت ہی معلوم ہوتی ہے

اکیلا تو ہے ہی نہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جہاں دو آدمی ہوں۔ اور جماعت کو قائم نہ کریں۔ ان پر شیطان کا غلبہ ہوتا ہے۔ غور کرو۔ کہ جہاں شیطان کا غلبہ ہوگیا۔ وہاں اور کیا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عمل میں نے دیکھا ہے۔ کہ باوجود اتنی کمزوری کے کہ آپ بیٹھکر نماز پڑھتے تھے۔ لیکن جماعت سے ہی پڑھتے تھے۔ اور جب گھر پڑھتے تھے۔ تو بھی جماعت کرا لیتے تھے۔ میں نے اپنی بیوی کو بھیجا۔ کہ جاکر آپ کو گھر میں نماز پڑھتے دیکھے۔ تو اس نے بتایا کہ آپ اتنی کمزوری کے باوجود کہ آگے پیچھے تکئے رکھتے تھے لیکن نماز جماعت سے ہی پڑھتے تھے۔ پھر صحابہ کی نسبت تو حیرت ہی آتی ہے۔ صحابہ سفر میں ایک غلام ساتھ رکھتے تھے کسی نے سوال کیا۔ کہ آپ لوگ تو سب کام خود کر لیتے ہیں پھر غلام کیوں ساتھ رکھتے ہیں۔ جواب دیا۔ کہ کبھی سفر میں جب جماعت کا کوئی موقع نہیں ملتا۔ تو غلام کو ساتھ کھڑا کرکے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ فرماتے۔ کہ دیوبند کے مدرسہ کے بانی مولوی محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ تین روپیہ کے ملازم تھے۔ مگر سات روپیہ کا ایک ملازم رکھا ہوا تھا۔ کسی نے ملازم رکھنے کی وجہ پوچھی۔ تو کہا کہ اگر میں آذان کے ہوتے ہی کام چھوڑکر چلا جاؤں۔ تو کام والوں کا حرج ہوتا ہے جب آذان ہوتی ہے تو میں وضو کر کے سنتیں پڑھکر تیار ہو جاتا ہوں۔ اور اس ملازم کو مسجد میں بھیج دیتا ہوں۔ جب جماعت کھڑی ہوتی ہے۔ تو یہ مجھے خبر کر دیتا ہے۔ اور میں جماعت سے نماز پڑھ لیتا ہوں۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے صاحب فراش ہوکر بھی جماعت کی نماز کو نہ چھوڑا۔ پس اب ہم اگر نقل کرینگے۔ تو کس کی۔ انہیں بزرگوں کی میں آپ لوگوں کو تنبہ کرتا ہوں۔ نہیں تنبہ تو بے ادبی ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ آپ لوگ باجماعت نماز کی ضرور پابندی کریں :۔

چوتھی بات یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں تمام لوگ اسلام کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمارا کام ہے۔ کہ ہم اس کے زندہ رکھنے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے آپ لوگ وہ رسومات جو پہلے ہوا کرتی تھیں۔ انہیں بالکل ترک کریں۔ اور اپنے مالوں کو دین کی خدمت میں خرچ کریں۔ تم جانتے ہو کہ یہ ریلیں اور تاریں کیوں بنیں۔ ان کے بننے کی وجہ یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کو نکلے تو آپ کے دوستوں کو تکلیف ہوئی۔ آپ نے دعا کی اللھم اطولنا الارض اے خدا ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے۔ پس یہ آپ ہی کی دعا کی برکت ہے میں تو جب ریل پر سوار ہوتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ پس یہ سب سامان کیوں ہوئے۔ اس لئے کہ دین اسلام کی اشاعت کی تکمیل کی جائے۔ اور یہ تمہارے ذمہ ہے۔ اس کے پورا کرنے کی کوشش کرو۔

آخر میں میں اتنی عرض کرتا ہوں۔ کہ ہمارے ذمہ حضرت مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور رب العالمین کا پیش کرنا ہے۔ کہیں اگر ان کے اوصاف ہم میں نہ ہوئے تو ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائینگے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آپ لوگ دعا کریں میں بھی دعا کرتا ہوں :۔

دعوت الی الخیر

مارشیس میں تبلیغ احمدیت

جناب صوفی غلام محمد صاحب اپنی چٹھی میں ماہ دسمبر ۱۵ء کی تبلیغی کارگذاری لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ۲ دسمبر ۱۹۱۵ء کو عبداللطیف جہانگیر نے احباب کو دعوت دی اور قریباً ۱۲ بجے تک اس کے مکان پر وعظ کیا گیا اور احمدیت کو کھلے طور پر بیان کیا گیا ۹ دسمبر کو ایک بھائی نئے احمدی ہوئے ہیں وہ ہمیں اپنے گھر بلا کر لیگئے کہ ان کی مستورات وعظ سننا چاہتی ہیں۔ یہ بڑے پرجوش احمدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو استقامت عطا فرمائے۔ اور بھی مضبوط اور پکا کردے جب یہ سلسلے میں داخل ہوئے تو فوراً اپنے رشتہ داروں کے ہاں گئے اور انکو سمجھایا انہوں نے ان سے بہت سختی کی کہ تم تو کافر ہو۔ اس مولوی کے پاس جادو ہے اس لئے تم اس کے قابو میں آگئے ہو۔ ہم تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھینگے۔ اس نے جواب دیا کہ ہمیں تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہمیں قرآن اور حدیث کی پرواہ ہے۔ ہم صرف قرآن وحدیث کی بات مانینگے اور دوسرے علماء کی باتوں کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں ان کی بیوی بھی بڑی بہادر نکلی۔ اس کے بہنوئی نے اس کی بیوی سے کہا کہ تمہارا خاوند تو عیسائی ہوگیا ہے اس نے کہا کہ وہ کس طرح عیسائی ہوگیا ہے عیسائی تو تم ہوگئے کہ عیسائی لوگوں کی طرح عیسیٰ کو آسمان پر بٹھاتے ہو اور اس کو زندہ سمجھتے ہو ہم تو دوسرے نبیوں کی طرح اس کو زمین میں دفن کرتے ہیں وہ یہ سنکر یہ کہتا ہوا گھر سے نکل گیا کہ تمہارا کھانا ہم نہیں کھاتے اس نے کہا نہ کھاؤ۔ اس بھائی کے بلانے پر ہم وہاں گئے۔ اور کلمہ شہادۃ اور سورۃ لیلۃ القدر پڑھکر انہیں بتایا کہ مسلمان بغیر کلمہ شہادت کے نہیں ہو سکتا اور شہادت نہیں دے سکتے جب تک ایسا یقین نہ ہو جاوے کہ گویا دیکھ لیا۔ پھر انکو مسلمانوں کی حالت زار بتائی کہ کیوں لوگ نماز نہیں پڑھتے حالانکہ منہ سے گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرنی چاہئے پھر میں نے بتایا کہ جب اللہ کے جلال رعب دل پر اثر نہ کرے تب تک کیسے دل یقین سے بھر سکتا ہے اور اللہ کا رعب دل پر نہیں بیٹھ سکتا جب تک نشانات آلہی نہ دیکھے جاویں۔ اور نشانات آلہی کس طرح دیکھے جاتے ہیں اس کا مفصل ذکر سورۃ والقدر میں موجود ہے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بیان کیا اور زمانہ کو رات ہونا ثابت کیا۔ اور پھر اسی رات کا یہ نقاضا تھا کہ محمد رسول اللہ جیسا رسول اور قرآن شریف جیسی روشن کتاب آئی اور اس سے مجددوں کا آنا ثابت کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مجددوں کے زمانہ سے بہتر ہے اور حضرت مسیح موعود کا زمانہ عین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔ پس کلمہ شہادت وہی پڑھ سکتا ہے جو یا تو رسول صلعم، کی جماعت میں داخل ہو اور یا اب حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ہو اور اس کے ساتھ ایمان لاوے۔ ورنہ دوسروں کا کلمہ شہادت کسی کام کا نہیں کیونکہ اس کے نتائج مرتب نہیں ہوتے۔ اس ضمن میں وفات مسیح بھی بیان کیگئی اور کہا گیا کہ کیوں مولوی قرآن شریف سے بھاگتے ہیں اس لئے کہ قرآن انکو نہیں آتا۔ اگر وہ خدا کے دوست ہیں تو دوست دوست کی بات خوب سمجھ سکتا ہے اس لئے ضروری ہے۔ کہ ان کو قرآن آوے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے۔ کہ لایمسہ الا المطہرون قرآن شریف

صرف پاک لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن شریف تو دنیا سے اٹھ گیا تھا اور باقی صرف حرف رہ گئے ہیں مسیح موعود علیہ السلام پھر دوبارہ جہاں میں لائے۔ پس جس نے حضور کو مانا۔ اسی کو علم قرآن آتا ہے اور جو حضور کو نہیں مانتا اس سے علم قرآن چھین لیا جاتا ہے۔ اور اس کے پاس سوائے قصہ کہانیوں کے کچھ باقی نہیں رہتا یہی وجہ ہے۔ کہ مولوی لوگ قرآن شریف سے بھاگتے ہیں۔ اور تفسیروں کے قلعوں میں پناہ لیتے ہیں۔ مگر خدائی کلام کے آگے مخلوق کے کلام کی کیا پیش جاتی ہے۔ بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے یہ لیکچر بہت کامیابی کے ساتھ ہوا۔

۲۳ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ایک پاس ہی گاؤں ہے اس کا نام لوبا میں ہے وہاں ایک ابراہیم قصاب رہتا ہے۔ وہ ہمارے دوست عبدالرحیم کا چھوٹا بھائی ہے۔ عبدالرحیم معہ اپنے تین بیٹوں کے احمدی ہو گیا ہے اس نے اعلان بھی کر دیا ہے۔ اور وہ ہمارے ہی ساتھ جمعہ پڑھتا ہے اس نے ان کے پیچھے نماز چھوڑ دی ہے۔ اس کو ہمارے سلسلے کے ساتھ بہت ہی محبت ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ ہم نے کبھی دل سے کسی مولوی کے وعظ کو نہیں سنا۔ اور نہ پسند کیا۔ یہ تو صرف آپ کا قرآن سنانا ہمیں پسند آیا ہے۔ اس کے بھائی کے پاس گئے۔ اور اس کو سلسلہ حقہ کی تبلیغ کی اور بتایا کہ صرف منہ سے کلمہ پڑھنا کافی نہیں ہے۔ جب تک اس کی تصدیق دل وجان سے نہ کی جاوے۔ اور یہ مرتبہ نہیں ملسکتا جب تک خدا کے فرستادہ کے ساتھ ایمان نہ لایا جاوے۔ اور اس کے ہدایات پر نہ چلا جاوے۔ اور اس کے سامنے بھی انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کی تفسیر کی گئی۔ یہ ہمارا بیان وہ سنکر کہنے لگا کہ آپ کی باتیں بالکل صحیح ہیں۔ ہم تو کچھ اور سمجھتے تھے۔ مگر آپنے تو بالکل صحیح بیان کیا۔ اور اس نے کسی اور شخص کو بھیجکر کہا کہ مولوی صاحب نے تو مجھے باندھ لیا۔ اور کوئی راہ کھلی نہ رکھی۔ اور اس کا ارادہ ہے کہ اپنی جماعت اور ہماری جماعت کو دعوت دے اور میرا وعظ کرائے۔ ۲۵ دسمبر کو

ہم پانیلے موس گئے جو یہاں سے ۱۵ میل ہوگا۔ موٹر کار میں میاں جی سبحان محمد صاحب جو بڑے جوشیلے احمدی ہیں اور حضور کو اردو میں خط بھی لکھا کرتے تھے اور وہ فنکس میں رہتے ہیں ان کے بڑے بھائی آدم کے بڑے بیٹے ایوب کی منگنی تھی اس لئے ہم سب اس لڑکی والوں کے گھر گئے۔ اور وہ ہم کو بھی لیگئے کہ انکو سلسلہ حقہ کی تبلیغ کی جاوے۔ ہم شام کو وہاں پہنچے۔ گیارہ بجے رات تک سورۃ فاتحہ پر یہ وعظ کیا۔ کہ اسلام نے سب مذاہب سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کو کامل طور پر پیش کیا ہے اور باقی تمام مذاہب نے خدا تعالیٰ کو ناقص پیش کیا ہے پھر اسی ضمن میں وفات مسیح قرآن شریف کی آیات سے ثابت کی۔ اور پھر اس بات پہ بہت زور دیا کہ کتنے غضب کی بات ہے کہ ہم لوگ کلمہ شہادت ہر وعظ کے شروع میں پڑھتے ہیں جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔ اور پھر نمازیں ادا کرتے ہیں کتابوں کو مانتے ہیں تقدیر کو مانتے ہیں رسولوں کو مانتے ہیں۔ قیامت پر ایمان لاتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں روزے رکھتے ہیں زکوٰۃ کے قائل ہیں حج ضروری سمجھتے ہیں پھر یہ کیا ظلم کیا جاتا ہے کہ ہم کو کہا جاتا ہے۔ کہ یہ کافر ہیں۔ صرف اس لئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے کلام پر چلتے ہیں۔ وہ تمام نشان پورے ہو گئے۔ جو کہ مسیح موعود کے لئے تھے۔ پھر لوگ اس سے انکار کرتے ہیں۔ اور جو ان نشانوں کو مانتے ہیں۔ جو کہ قرآن و حدیث میں مسیح موعود کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ تو ہم کو کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کے لوگ نہ نماز پڑھتے ہیں کوئی اسلامی کام کرتے ہیں۔ وہ مسلمان کے مسلمان ہی بنے رہتے ہیں۔ پس ان کے نزدیک مسلمان کس کو کہتے ہیں جس کو وہ دعوت میں بلاتے ہیں جن کی مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ انعمت علیہم کے نیچے مسیح موعود اور آپ کی جماعت بیان کی گئی۔ اور مغضوب علیہم کے نیچے یہودی مسلمان اور ضالین کے نیچے عیسائی مسلمان۔ مسلمان یہود تو اس لئے کہلاتے ہیں کہ یہود کی طرح انہوں نے مسیح موعود کا انکار کر دیا۔ اور یہود کی طرح سود خور ہیں۔ اور مسلمان نصاریٰ اس لئے ہیں کہ گذشتہ مسیح کی صفات کو خدائی صفات . . . . . . کا مثیل قرار دیتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے یہ دعا سکھلائی کہ دیکھو کہ ایک مسیح موعود آئیگا۔ اس وقت صرف اس کی جماعت انعمت علیہم ہوگی اور اس کے مخالف مسلمان یہود اور نصاریٰ مختلف لحاظ سے ہونگے ؛

ہم وہاں سے رات کے پونے ۱۲ بجے کے قریب واپس موٹر کار میں آئے اور ڈربن ایک بجے رات کے پہنچے گورنر صاحب بہادر نے تبلیغ سلسلہ کے لئے ٹون ہال میں تو پہلے سے ہی اجازت دے رکھی ہے اور ہر اتوار کو انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں وعظ کیا جاتا ہے اس دفعہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر مضمون تھا جس میں بتایا گیا ہے کہ تلاش ہستی باری تعالیٰ ہر روح میں پائی جاتی ہے۔ مگر انسانی عقلوں نے تلاش کرنے میں سخت لغزشیں کھائی ہیں۔ اس لئے مامون اور مصئون راہ وہی ہے جو کہ خود خدا بتاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خود نبی بھیجے اور ان کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرکے چنانچہ اسی کا ثبوت دیا۔ فلاسفر صرف یہیں تک پہنچتے ہیں۔ کہ خدا ہونا چاہیئے مگر رسول ان سے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ خدا ہے اور ہم نے اس کی آواز سنی پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اردو انگریزی اور عربی سنائے اور بتایا کہ وہ کس حالت کس مپرسی میں تھے۔ جب یہ الہامات ہوئے اور ۱۸۸۰ء کی مطبوعہ کتاب میں موجود ہیں جو آجکل بڑی شان کے ساتھ پورے ہو رہے ہیں ؛

ایک اتوار سورہ قصص کے پہلے رکوع پر لیکچر دیا گیا اور خدا کی ہستی کا ثبوت وحی الٰہی سے دیا گیا۔

۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء اتوار کو سورۃ کہف کے پہلے رکوع پر لیکچر دیا گیا اور دجال کو کھولکر بتایا گیا۔ اب عنقریب دوسری جگہوں میں بھی وعظ کی اجازت ہو جائیگی۔